اور یہ جو کہنے لگے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام جیسی کوئی آیت لاتے (عصائے موسیٰ جیسی یا کوئی اور اسی قسم کی) یہ ان کے نفس کا دھوکہ ہے۔ اس نے قرآن پاک پر ان کو غور کرنے ہی نہیں دیا، دلوں پر تالے لگا دیئے۔ ایک امی کی زبان پر ایسا فصیح و بلیغ کلام جاری ہو جس کی مانند ان کا بڑے سے بڑا متجر عالم و فاضل ایک جملہ بھی نہ لکھ سکا کیا یہ روشن آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول اللہ ہونے کی نہیں۔ ''**اولم یکفھم**'' کیا یہ ان کیلئے کافی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی اپنی کسی آیت یعنی نشانِ نبوت کے بغیر مبعوث نہیں فرمایا۔ کسی نبی کو ایک آیت ملی، کسی کو دو کسی کو چار، حضرت موسیٰؑ کو نو آیات مرحمت ہوئیں لیکن رحمۃ للعالمین (فداہ ابی و امی) کی ذاتِ اقدس پر اللہ تعالیٰ نے آیات بینات کی گویا بارش فرما دی۔ قرآن پاک کا ایک ایک لفظ بلکہ ایک ایک حرف آیت ہے۔

المختصر جو بھی خارقِ عادت حیرت افزا امور انبیاء علیہم السلام سے ظاہر ہوئے وہ معجزات نہ تھے وہ ان کی نبوت و رسالت کی تصدیق کرنے والے کریڈنشل (CREDEENTIAL) کے کرشمے تھے۔ قرآن پاک بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ نہیں یہ آپؐ کی نبوت و رسالت کی مصدقہ آیاتِ خداوندی ہیں۔

لیکن چاند کو دو ٹکڑے کر دینا، آفتاب کو غروب ہونے سے روک لینا یا غروب شدہ کو لوٹانا معجزات ہیں۔ کنکریوں کا آپؐ کے دست مبارک میں کلمہ شہادت پڑھنا، ایک درخت کا دور سے زمین کو چیرتے ہوئے نزدیک آ کر گواہی دینا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں۔

حدیبیہ کا کنواں خشک ہے اس میں پانی نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی کی قلت کا ذکر کیا گیا تو آپؐ نے ایک تیر دیا اور فرمایا کنویں میں اتر کر اس تیر کو اس کے وسط میں گاڑ دو، تیر کا گاڑنا تھا کہ چشمہ پھوٹا اور کنواں پانی سے لبریز ہو گیا۔

ہزاروں جانباز خندق کی کھدائی میں مصروف ہیں، ایک لڑکی اپنے باپ اور ماموں کے ناشتہ کیلئے چند کھجوریں لاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس لڑکی سے وہ کھجوریں لے لیتے ہیں اور زمین پر ایک چادر بچھا کر اس پر انڈیل دیتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ ''اعلان کر دو کہ تمام لوگ آ کر ناشتہ کر لیں۔'' تمام صحابہ باری باری آ کر سیر ہو کر کھجوریں کھاتے ہیں مگر کھجوریں ہیں کہ ختم ہی نہیں ہوتیں۔ چادر پر بدستور موجود ہیں۔

Marfat.com

کیا کسی نبی سے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی ایک کام بھی اس قسم کا صادر ہوا۔

حضرت ابراہیم نے عرض کیا۔

واذقال ابراھیم رب ارنی کیف تحی الموتیٰ قال اولم تومن قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی

(البقرہ 260)

"الٰہی مجھے دکھا تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) کیا تمہیں یقین نہیں (عرض کیا) یقین تو ہے لیکن تسکین قلب کیلئے میں چاہتا ہوں کہ دیکھوں مردے کس طرح زندے ہوں گے۔"

پس حسب ارشاد باری تعالیٰ آپ نے چند پرندوں کو ذبح کر کے ان کا قیمہ بنایا اور بکھیر دیا۔ پھر جب ان کو پکارا تو وہ زندہ ہو کر اڑتے ہوئے ان کے پاس آ گئے۔

یہ واقعہ حضرت ابراہیم کا معجزہ نہیں۔

لیکن جب حضرت جابرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ ان کے صغیر السن بیٹوں نے باپ کو بکری ذبح کرتے دیکھا تو بڑے نے چھوٹے بھائی کو چھت پر لے جا کر اسی طرح لٹا کر ذبح کر دیا۔ خون بہتا دیکھا تو خوفزدہ ہو کر چھت پر سے چھلانگ لگا دی اور اس طرح اپنی جان بھی دے دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کیلئے بیٹھے تو فرمایا۔ "تمہارے بچے کہاں ہیں؟ ان کو بلاؤ تا کہ کھانا کھائیں۔"

حضرت جابرؓ نے عرض کیا۔ "وہ یہیں کہیں کھیلتے ہوں گے، وہ بعد میں کھا لیں گے۔ آپ تناول فرمائیں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "نہ بھئی، جبرئیل امین اللہ تعالیٰ کا حکم لے کر آئے ہیں کہ بچوں کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاؤ۔"

وہ بیچارے رو پڑے۔ واقعہ بیان کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کی چارپائی کے پاس گئے اور فرمایا۔

"بیٹا اٹھو آؤ کھانا کھائیں۔" اور وہ دونوں کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اٹھ بیٹھے گویا

Marfat.com

سوئے ہوئے تھے۔

اس قسم کے سینکڑوں خارق عادت امور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے ظہور میں آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں۔ علامت یا دلیل نبوت و رسالت نہیں اور نہ ہی آپؐ نے کبھی ایسے واقعات کو اپنے نبی یا رسول ہونے کا نشان بیان فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نشانِ نبوت قرآنِ حکیم ہے۔

دیگر انبیاء علیہم السلام کو جو آیات عطا ہوئیں وہ انہی کے ساتھ مخصوص تھیں، ان پر ایمان لانے والوں کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا لہٰذا وہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہی رخصت ہو گئیں۔ اب نہ عصاء موسیٰ ہے نہ ید بیضا، نہ کشتی نوح ہے، نہ ناقہ حضرت صالح، نہ دم عیسیٰ ہے نہ تخت سلیمان، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمغہ نبوت و رسالت یعنی قرآنِ حکیم جیسا اس وقت تھا آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی ویسا ہی موجود ہے اور تا ابدالآباد بعینہٖ قائم و دائم رہے گا کیونکہ یہ صرف نشانِ نبوت و رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں مومنین کیلئے ان کے رب کی طرف سے سرچشمہ ہدایت و رحمت، ناصح مشفق اور ہر قسم کے روحانی و جسمانی امراض کا معالج بھی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یاایھا الناس قد جآء تکم موعظة من ربکم وشفاء لما فی الصدور ۵ وھدیٰ ورحمة للمومنین

(یونس 57)

''اے لوگو پہنچ گئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے اور شفا اندرونی بیماریوں کی اور ہدایت اور رحمت ایمان لانے والوں کیلئے۔''

عادت کے معنی ہیں دہرانا، علم اخلاق میں کسی فعل کا دہرانا عادت کہلاتا ہے اور جب کوئی فعل بار بار کے دہرانے سے طبیعت میں مستحکم ہو جاتا ہے حتیٰ کہ بلا ارادہ صادر ہونے لگتا ہے تو اس وقت اسے خلق کہتے ہیں۔ اخلاق جمع ہے خلق کی، پس پختہ عادات کو اخلاق کہتے ہیں۔

پختہ عادات یعنی اخلاق ناقابل زوال ہیں یا نہیں یہ ایک مستقل موضوع ہے۔ علامہ دوانی نے اپنی تصنیف اخلاق جلالی میں اس موضوع پر محققانہ بحث کی ہے ہم یہاں اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتے۔ صرف اتنا عرض کریں گے کہ اخلاق اکتسابی ہیں یعنی بتکرار افعال بنتے

ہیں اور اکتسابی چیز قابل زوال ہے لہٰذا اخلاق قابل زوال ہے۔

واقعات شاہد ہیں کہ تعلیم و تربیت، نیک و بدصحبت، مناسب و نامناسب آب و ہوا، ماحول اور انسان کی قوت ارادی و مستقل مزاجی، عادات و اخلاق پر بالخصوصیت اثر انداز ہوتے ہیں اور ان میں معتد بہ تبدیلی پیدا کر دیتے ہیں۔

بابداں یار گشت ہمسر لوط
خاندان نبوتش گم شد
سگ اصحاب نیف روزے چند
پئے نیکاں گرفت و مردم شد

المختصر اخلاق قابل زوال ہیں البتہ ان کا زائل کرنا دشوار بلکہ ناقابل ادراک حد تک مشکل و دشوار ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپؐ نے چند سالوں میں عربوں کے ایسے عادات و اخلاق کو بدل دیا جو ایمان و یقین کا درجہ رکھتے تھے، جن کے مطابق عمل کرنا نیکی و سعادت سمجھا جاتا تھا اور جو سالہا سال سے بلکہ صدیوں سے دل و دماغ میں سمائے ہوئے تھے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ اسلام دنیا میں بزور تلوار پھیلا وہ اپنے ضمیر کو دھوکہ دیتے ہیں اور حقیقت کو چھپانے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں۔ ان کا ضمیر جس کو وہ دھوکہ دیتے ہیں جانتا ہے کہ ظلم و تشدد سے نہ کسی قوم کے عقائد کو بدلا جا سکتا ہے اور نہ ان کے دیرینہ اخلاق کے اضداد ان کے دلوں میں ڈالے جا سکتے ہیں۔

اعتقادات کا تعلق خالصتاً دل سے ہوتا ہے۔ یہ کسی دلیل یا جبر و تشدد کے تابع نہیں ہوتے اور نہ انہیں دلائل و براہین یا تلوار و تفنگ کے ذریعے بدلا جا سکتا ہے۔

قبل اس کے کہ ہم بتائیں کہ اسلام دنیا میں کس طرح پھیلا، بزور تلوار یا اپنی صداقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم سے، ہم یہاں اس بارے میں چند غیر جانبدار دانشوروں کے تاثرات برائے ملاحظہ پیش کرتے ہیں۔

مہاتما گاندھی فرماتے ہیں۔

"حضرت محمدؐ کی زندگی فقیرانہ تھی۔ آپؐ دنیا میں بڑی سے بڑی دولت جمع کر سکتے تھے۔ نبی

Marfat.com

کے خلوص، سادگی، انکسار اور فرض شناسی نے ہر ایک کو آپ کا گرویدہ بنا دیا۔ خدا پر مکمل بھروسے نے ہی تلوار کے زور کے بغیر آپ کو اسلام کی اشاعت میں کامیاب بنایا اور یہی وہ اوصاف ہیں جن کی بدولت مسلمان تمام پابندیوں اور رکاوٹوں کے باوجود پیشقدمی کرتے چلے گئے۔"

ڈاکٹر اسپڈیر منگمم لکھتے ہیں۔

"مجھ کو کسی وقت بھی یہ خیال نہیں ہوا کہ اسلام کی ترقی تلوار کی مرہون منت ہے۔ نہیں، بلکہ اسلام کی کامیابی حضرت محمدؐ کی سادہ بے لوث زندگی، ایفائے عہد، اصحاب اور پیروؤں کی غیر معمولی حمایت، توکل خدا اور ذاتی جرأت و استقلال سے وابستہ ہے۔"

"اللہ اکبر۔ اگر محمدؐ اس کے رسول برحق نہ تھے تو اب تک پھر کوئی رسول دنیا میں آیا ہی نہیں۔" (مسٹر اسکارٹ مصنف اخبار اندلس)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیرہ سالہ نبوت کی مکی زندگی، جیسا کہ آپ پیشتر ازیں پڑھ چکے ہیں، آپؐ کے عزم و استقلال، صبر و تحمل اور توکل علی اللہ کا بینظیر نمونہ و مرقع ہے۔ وہ کون سا حربہ ہے جو قریش نے آپ کو دکھ دینے اور دین حق کی اشاعت سے باز رکھنے کیلئے استعمال نہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کسی سے کوئی تعرض کیا نہ کسی پر ہاتھ اٹھایا۔ وہ لوگ جو اس عرصے میں مسلمان ہوئے، اس سے اسلام کو بزورِ شمشیر پھیلا، کہنے والے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ وہ فقط عقائد اسلام کی صداقت و خوبی اور رحمتہ للعالمین کے خلق عظیم سے متاثر ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے تھے۔

اگر کوئی عقیدہ کسی شخص پر بزورِ تلوار ٹھونسا جا سکتا تو وہ بزورِ شمشیر اس سے چھڑایا بھی جا سکتا ہے۔ کیا گرم ریت پر بلکہ دہکتے کوئلوں پر لٹانا، بھوکے رکھنا، مارنا اور سخت سے سخت اذیتیں اور سزائیں دینا تلوار سے کم ہیں مگر نہ ان عشاق رسول اللہؐ نے جن پر بے پناہ ظلم و ستم کئے گئے اسلام سے منہ موڑا اور نہ مشرکین کے مظالم دیکھنے والے، جن کے دلوں میں اسلام کی صداقت اتر گئی، اسلام قبول کرنے سے باز رہے۔ روز بروز شمع رسالت کے پروانوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ یہ اسلام کی صداقت اور رحمتہ للعالمین کے خلق عظیم کا عظیم معجزہ ہے۔

مدنی زندگی میں جب کفار و مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جنگ مسلط کر دی، آپ کو لڑائی کیلئے مجبور کر دیا تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ڈر کر تبلیغ دین حق چھوڑ

Marfat.com

دیتے اور ان کی اطاعت قبول کر لیتے اور وہ مسلمان جو طرح طرح کی اذیتوں سے نہ گھبرائے، جنہوں نے دہکتے کوئلوں پر کلمۂ توحید پڑھا، کیا ان کا مقابلہ نہ کرتے، خاموشی سے گردنیں جھکا دیتے کہ یہ لو! ہمیں قتل کر دو یا فوراً اسلام سے دستبردار ہو کر بت پرست ہو جاتے۔

اگر تعصب کو چھوڑ کر ٹھنڈے دل سے غیر جانبدارانہ دیکھا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ اذیتیں دینے، دولت و ثروت کا لالچ دینے اور شہید کرنے کے منصوبوں میں ناکام ہونے کے بعد کفار نے اسلام کو جب اپنی صداقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلق عظیم سے ترقی کرتے اور پھیلتے دیکھا تو اسے بزورِ تلوار مٹانا چاہا تھا۔ جنگ بدر، جنگ احد، جنگ احزاب، جنگ حنین وخیبر، اسلام کو بزورِ تلوار مٹانے کی کوششیں تھیں جو لشکر کی کثرت اور سامان کی فراوانی کے باوجود ناکام ہوئیں لیکن جس کو اسلام کی ترقی نہ بھائی، اس نے دل کو دھوکا دینے اور دنیا کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کی غرض سے کہہ دیا کہ اسلام دنیا میں بزورِ تلوار پھیلا۔

حقیقت یہ ہے کہ شمع روشن ہو تو پروانوں کو اس کے نزدیک جانے اور جانیں نثار کرنے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ بعینہٖ اللہ تعالیٰ کا نور یعنی شمع رسالت روشن ہوئی۔ اس پر طرح طرح کے مصائب و آلام کی آندھیاں چلیں، اللہ کے نور کو بجھانے کی کوشش کرنے والوں نے کوئی دقیقہ و فروگزاشت نہ کیا لیکن شمع روز بروز روشن سے روشن تر ہوتی گئی۔ پروانے اس پر اپنی جانیں قربان کرنے کیلئے آنے لگے۔ دشمنوں نے ان کو بھی سخت پریشان کیا، دکھ دیئے، تکلیفیں پہنچائیں، جور و ظلم کا نشانہ بنایا لیکن شمع رسالت کے پروانے کسی طرح بھی نہ رکے بلکہ جوق در جوق اور فوج در فوج آنے لگے اور اپنی جانیں اس پر نثار کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کا نور چمکا اور اس نے تمام عالم کو روشن کر دیا۔ لاتعداد بتوں کی پرستش کرنے والوں کو خدائے واحد و لاشریک کا قائل و پرستار، کاذب کو صادق، ظالم و ستمگار کو رحم دل، چور کو سادھ، ڈاکو کو محب خلائق، زانی و بدکردار کو پاکباز و نیک، مغرور و متکبر کو منکسر المزاج اور غریب پرور بنا دیا۔ یہ رحمۃ للعالمین کے خلق عظیم کا معجزہ اور اسلام اور اس کی صداقت کا بین ثبوت ہے۔

اگر کوئی شخص مذکورہ حقائق کے باوجود بھی یہ کہے کہ ''اسلام دنیا میں بزورِ تلوار پھیلا'' تو اس کی مرضی۔ ہم اسے کیا کہہ سکتے ہیں مگر یہ کہ۔

فبای حدیثٍ بعدہ یومنُون

Marfat.com

''پس کس بات سے، اس کے بعد وہ ایمان لائیں گے۔''

ایک روز ابوجہل، ولید بن مغیرہ، اسود بن عبد یغوث، عاص بن وائل سہمی وغیرہ سرداران قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رات کا وقت تھا۔ چودھویں کا چاند پوری آب و تاب سے آسمان پر جلوہ افروز تھا۔ انہوں نے کہا۔

''اگر آپ خدا کے سچے رسول ہیں تو کوئی خاص نشانی دکھائیں۔'' ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے اس خیال سے کہ آسمان پر کسی کا تصرف نہیں ہو سکتا کہا۔

''اگر آپ چاند کے دو ٹکڑے کر دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل شانہ کی درگاہ عالیہ میں دعا کی اور انگشت شہادت سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا۔

چاند اسی وقت دو ٹکڑے ہو گیا۔ سرداران قریش حیرت زدہ آنکھوں کو ملتے، کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اور کبھی چاند کے دو ٹکڑوں کی طرف دیکھتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اشھدوا، اشھدوا، یعنی تم گواہ رہنا تم گواہ رہنا۔

مشرکین کہنے لگے۔ ''محمدؐ نے ہم پر جادو کر دیا ہے۔''

دوسرے روز انہوں نے اطراف مکہ سے آنے والے لوگوں سے دریافت کیا۔ انہوں نے تصدیق کی اور کہا۔ ''ہم نے چاند کو ٹکڑے ہوتے دیکھا تھا۔''

قریش نے یہ عظیم معجزہ دیکھا لیکن حسب عادت اسے جادو کہہ کر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔

سورہ القمر میں اللہ تعالیٰ نے اس معجزے کا ذکر فرمایا ہے۔

اقتربت الساعة وانشق القمر وان یروا ایة یعرضوا و یقولوا سحرٌ مستمرٌ.

''قریب آ گئی وہ گھڑی (قیامت) اور پھٹ گیا چاند اور اگر دیکھتے ہیں (کافر) کوئی نشانی تو انکار کرتے ہیں (ایمان لانے سے) اور کہتے ہیں یہ جادو ہے ہمیشہ رہنے والا۔''

Marfat.com

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج شریف کا حال بیان فرمایا اور کفار نے بیت المقدس کے متعلق چند سوالات کئے، جن کے صحیح جواب ان کو مل گئے تو انہوں نے ایک قافلے کے بارے میں جو بغرض تجارت شام کو گیا ہوا تھا دریافت کیا کہ وہ کب آئے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''وہ قافلہ چہارشنبہ کے روز داخل مکہ ہوگا۔''

چہارشنبہ کا دن جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس قافلے کو آنا تھا ختم ہونے لگا، سورج غروب ہونے کے قریب ہوا تو قریش چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر دعا کی، سورج جہاں تھا وہیں رک گیا تا آنکہ وہ قافلہ شہر میں داخل ہوگیا۔

حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے مروی ہے کہ ایک روز عصر کا وقت تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کی گود میں سر مبارک رکھے لیٹے ہوئے تھے کہ وحی کا نزول ہوا۔ حضرت علیؓ نے ابھی عصر کی نماز ادا نہیں کی تھی۔ سورج غروب ہوگیا۔ وحی کے اختتام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے پوچھا۔

''عصر کی نماز پڑھ لی؟''

انہوں نے عرض کیا۔ ''نہیں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ ''اے اللہ! علیؓ تیرے رسول کی اطاعت میں تھا۔ آفتاب کو واپس لا تا کہ وہ نماز عصر ادا کر سکے۔''

ان کا بیان ہے کہ سورج فوراً واپس آیا۔ حضرت علیؓ نے نماز پڑھ لی تو پھر غروب ہوا۔ شیخ جلال الدین سیوطی نے اس حدیث پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں اس کا صحیح ہونا ثابت کیا ہے۔

اس معجزے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔

ایک دفعہ حضرموت کے کچھ افراد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ ''ہمارے دل میں ایک بات ہے، آپ بتائیں کہ وہ کیا ہے؟''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''یہ تو کاہنوں کا کام ہے۔''

اس پر انہوں نے کہا۔ ''پھر ہمیں کس طرح معلوم ہو کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر سے چھ کنکریاں اٹھائیں اور فرمایا۔ ''یہ گواہی دیں گی کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔''

اسی وقت ان کنکریوں نے آپؐ کے دست مبارک میں تسبیح پڑھی اور آپ کی رسالت کی گواہی دی۔ یہ دیکھ کر ان لوگوں نے کلمہ شہادت پڑھا اور ایمان لے آئے۔

حضرت عبادہؓ سے مروی ہے کہ ہم ایک دن حضرت انسؓ کے ہاں گئے۔ انہوں نے دسترخوان منگوایا اور لونڈی کو کہا۔ ''وہ رومال بھی لے آنا۔''

چنانچہ وہ ایک رومال لے آئی، رومال قدرے میلا تھا۔ حضرت انسؓ نے کہا۔ ''اسے تنور میں ڈال دو۔''

کچھ دیر کے بعد اس لونڈی نے وہ رومال تنور میں سے نکالا۔ ہم یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ جلا نہیں بلکہ دودھ کی مانند سفید ہو گیا ہے۔ ہم نے حضرت انسؓ سے دریافت کیا کہ اس میں کیا راز ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اس رومال کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اپنے ہاتھوں اور چہرہ انور کو صاف فرمایا تھا۔ اس روز سے جب یہ میلا ہو جاتا ہے تو ہم اسے اسی طرح آگ میں ڈال دیتے ہیں اور صاف کر لیتے ہیں۔

اے دل ترسندہ از نار و عذاب
باچناں دست و لبے کن اقتراب

ایک دفعہ رات کے وقت حضرت قتادہؓ بن نعمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ بارش ہونے لگی اور تادیر ہوتی رہی۔ جب بارش تھمی اور وہ جانے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھجور کی ایک شاخ دی اور فرمایا۔ ''یہ تمہارے لئے دس ہاتھ آگے اور دس ہاتھ پیچھے روشنی کرے گی۔ جب گھر پہنچو گے تو تمہیں وہاں کچھ سیاہی نظر آئے گی، وہ شیطان ہوگا، اسے اسی شاخ سے مار کے نکال دینا۔''

حضرت قتادہؓ کا بیان ہے کہ وہ شاخ جیسا کہ آپؐ نے فرمایا تھا میرے لئے روشنی کرتی گئی۔ جب میں گھر گیا تو مجھے ایک سیاہ چیز نظر آئی۔ میں نے اس شاخ سے اسے مارا تو وہ

Marfat.com

بھاگ گئی۔

حضرت ثعلبہ بن ابی مالکؓ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ایک اونٹ خرید کر ایک کمرے میں رکھا۔ جب وہ اسے کام پر لگانے کیلئے وہاں سے نکالنے لگا تو وہ اسے مارنے دوڑا۔ اس نے دوڑ کر اپنی جان بچائی اور جلدی میں اس کمرے کا بیرونی دروازہ بند کر لیا۔ بہت سے لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ اتفاق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گزر ہوا۔ اونٹ کے مالک نے آپ سے اس کا ذکر کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''کمرے کا دروازہ کھول دو۔''

لوگوں نے کہا ہمیں ڈر ہے ایسا نہ ہو کہ وہ آپؐ پر حملہ کر دے۔ آپؐ نے فرمایا نہ ڈرو بلاخوف دروازہ کھول دو۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ اس اونٹ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو باہر نکل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سجدے میں گر گیا۔ لوگوں نے اونٹ کو سجدہ کرتے دیکھ کر عرض کیا۔

''یارسول اللہ! جب یہ جانور آپ کو سجدہ کرتا ہے تو ہمارا اس سے زیادہ حق ہے کہ آپ کو سجدہ کریں۔''

آپؐ نے فرمایا۔ ''نہیں، اگر سجدہ جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔'' (زرقانی، علی المواہب)۔

شروع شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں درخت کے ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ فرمایا کرتے تھے۔ بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک مقام پر ایک منبر بنا دیا گیا۔ جس روز پہلی دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو وہ ستون زور زور سے ہلا اور اس میں سے نالہ وزاری کی آواز سنائی دینے لگی۔ تمام لوگ جو وہاں موجود تھے سخت حیران ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر سے اتر کر اس پر اپنا دست مبارک رکھا تو وہ ساکن و خاموش ہوا۔ اس ستون کو اس کی اسی نالہ وزاری کی وجہ سے حنانہ (تڑپنے والا، نہایت نرم دل) کہتے ہیں۔ یہ معجزہ اکثر صحابہ سے مروی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بعد میں منبر کے متصل دفن کرا دیا۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز بھوک اور پیاس سے نڈھال سر راہ بیٹھا

Marfat.com

تھا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ وہاں سے یکے بعد دیگرے گزرے مگر انہوں نے میری حالت کو نہ پہچانا۔ کچھ دیر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گزر ہوا۔ آپؐ نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا اور مجھے ساتھ چلنے کو کہا۔ میں ساتھ ہولیا۔ گھر پہنچے تو وہاں دودھ کا ایک پیالہ دیکھا جو کسی جاں نثار نے ہدیۃً بھیجا تھا۔ آپؐ نے مجھے فرمایا کہ اہل صفہ کو بلا لاؤ۔

ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں تمام اہل صفہ کو بلا لایا۔ میں دل ہی دل میں کہہ رہا تھا کہ اگر یہ دودھ مجھے مل جاتا تو میرا کچھ بن جاتا، بھلا اب مجھے کیا ملے گا۔ جب اصحاب صفہ آ کر بیٹھ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا۔

''ابوہریرہؓ یہ پیالہ لو اور ان سب کو دودھ پلاؤ۔'' میں نے تعمیل ارشاد کی۔ وہ پیالہ ایک کو دیا وہ پی کر سیر ہو گیا تو دوسرے کو دیا۔ اس نے پی لیا تو تیسرے کو دیا۔ اسی طرح باری باری سے تمام اصحاب صفہ نے اس پیالے میں سے سیر ہو کر دودھ پیا مگر پیالہ بدستور بھرا ہوا تھا۔ جب سب پی چکے تو میں نے وہ پیالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا۔

آپؐ نے فرمایا۔ ''ابوہریرہؓ اب میں اور تم رہ گئے یہ لو اب تم پیو۔'' میں نے بیٹھ کر اس میں سے دودھ پیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''اور پیو۔''

میں نے پھر اسے منہ سے لگا لیا۔ جب میں نے چھوڑا تو آپؐ نے فرمایا۔

''ابوہریرہؓ اور پیو۔'' میں نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اب تو ذرا بھر بھی گنجائش نہیں۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وہ پیالہ لے کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور بسم اللہ پڑھ کر اسے ختم کر دیا۔

یہ ہے رسالت الٰہیہ دنیا میں جس کی مثال ممکن نہیں۔ یوں نہیں فرمایا کہ ابوہریرہؓ کچھ دیکھا بھالا [illegible] کا شکر ادا کیا اور دل و زبان سے کہا۔

ربنا لک الحمد.

اسلام کے معنی ہیں اطاعت و فرمانبرداری لیکن عرف عام میں اسلام چند عقائد کا نام ہے جن کو مذہب کی اصطلاح میں ایمان کہتے ہیں اور جن کے ماننے والے اور ان کے مطابق

Marfat.com

عمل کرنے والے کا نام اللہ تعالیٰ نے مسلمان رکھا ہے۔

ھوسمٰکم المسلمین (حج 78)

اس نے (اللہ تعالیٰ نے) تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

ایمان سے مراد ہے زبان اور دل سے اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ واحد و لاشریک ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں وہ خاتم الانبیاء ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فرشتے برحق ہیں۔

قرآن مجید، توریت، زبور، انجیل اور دیگر صحائف جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئے سب اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں۔

مرنے کے بعد انسان کو زندہ کیا جائیگا اور اس کے اعمال کا محاسبہ ہوگا۔

اس میں شک نہیں کہ ایمان سے مقصود اصلی اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے جو خالق ہے، معبود حقیقی ہے اور مرنے کے بعد زندہ ہو کر جس کے سامنے پیش ہونا ہے لیکن چونکہ ہمیں معلوم نہ تھا اور نہ معلوم ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مراد کیا ہے اور اس کا طریقہ کیا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا بہترین نمونہ قرار دیا اور فرمایا۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی میں عمدہ نمونہ ہے۔

اور پھر واشگاف الفاظ میں فرما دیا۔

ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ.

اور جو رسول اللہ کی اطاعت کرتا ہے یا کرے گا اس نے (گویا) اللہ کی اطاعت کی۔

پس اللہ تعالیٰ کی اطاعت کوئی علیحدہ عمل نہیں بلکہ اس سے مراد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری ہے اور یہی ایمان باللہ کا مقصود اصلی ہے۔

Marfat.com

اطاعت سے مراد خلوص دل اور محبت سے فرمانبرداری کرنا ہے۔ سزا کے خوف اور جزا کی امید سے فرمانبرداری بھی اطاعت تو ہے مگر بہت ادنیٰ درجے کی انسان صحیح معنوں میں ایسی ہستی کی اطاعت کرتا ہے جس کے ساتھ اسے محبت ہو اگر محبت نہیں تو فرمانبرداری بھی فی الحقیقت اطاعت نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لایومن احد کم حتی اکون احب لیه من والده وولده والناس اجمعین.

تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہوتا جب تک میں اس کیلئے اس کے باپ، اس کے بیٹے اور تمام بنی نوع انسان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

المختصر جس شخص نے (یعنی مسلمان نے) اپنے محبوب (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر) ذرہ بھر بھی نکتہ چینی کر دی وہ عاشق نہیں (یعنی مسلمان ۔)

بنائے اسلام پانچ امور ہیں جن کی پابندی سے کسی شخص کا مومن و مسلمان ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ کلمہ طیبہ، نماز پنجگانہ، روزہ، زکوٰۃ اور حج بیت اللہ

مذکورہ بالا پنجگانہ بنائے اسلام کے علاوہ ہر مسلمان کیلئے صرف ان ہی امور کا جاننا ضروری ہے جن سے اسے اپنی روزانہ زندگی میں واسطہ پڑتا ہے۔ متشابہات کے جھگڑے میں پڑنا عام آدمی کا کام نہیں۔ علماء جن کا مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق بنی اسرائیل کے انبیاء کے برابر ہے، وہ اختلافی مسائل میں الجھیں، باہم ایک دوسرے سے جھگڑا کریں تو اس کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

هوالذی انزل علیک الکتاب منه آیت محکمات هن ام الکتاب و اخر متشابهات ط فاماالذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ماتشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله وما یعلم تاویله الاالله والراسخون فی العلم یقولون امنابه کل من

Marfat.com

عندربنا وما یذکر الا اولوا الالباب○ ربنا لاتزغ قلوبنا بعد
اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمة انک انت الوھاب

(آل عمران 7)

''وہ ہے جس نے اتاری تم پر کتاب اس کی بعض آیات محکم ہیں وہ اس کتاب کی اصل ہیں اور دوسری متشابہ ہیں۔ پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ پیروی کرتے ہیں ان کی جو متشابہ ہیں۔ اس میں سے فتنہ اور (اپنی مرضی کے) معنی تلاش کرنے کیلئے اور کوئی نہیں جانتا اس کے معنی سوائے اللہ کے اور مضبوط علم والے کہتے ہیں ہم ایمان لائے اس پر یہ سب ہمارے اللہ کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں قبول کرتے سوائے عقلمندوں کے اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا بعد اس کے کہ ہدایت دی ہمیں اور عطا فرما ہمیں اپنے پاس سے رحمت۔ بے شک تو بہت بخشش کرنے والا ہے۔''

راسخون فی العلم سے فلاسفر یا سائنسدان مراد نہیں اور نہ سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کر دکھانے والے منطقی و شعلہ بیان مناظر مراد ہیں بلکہ یہ لقب ایسے مومنوں کو دیا گیا ہے جن کا ایمان اللہ تعالیٰ جل شانہ پر پختہ ہے۔ جو کہتے ہیں کہ ''متشابہات بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔''

پس جس آیت کے ایک سے زیادہ معنی نکلتے ہیں وہ اس کے درپے نہیں ہوتے، اس میں الجھتے نہیں وہ کہتے ہیں کہ

''یہ آیت بھی ہمارے رب کی طرف سے ہے اور اس کا صحیح مفہوم بھی وہی جانتا ہے۔ ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس کے ایک معنی کے متعلق درست ہونے کا اور دوسرے کے متعلق غلط ہونے کا فیصلہ دیں۔''

مولانا روم فرماتے ہیں۔

ماز قرآن مغز را برداشتیم
استخوان پیش سگاں انداختیم

اس شعر میں تین استعارے ہیں یعنی تین ایسے اسماء ہیں جو اپنے لغوی معنوں میں

Marfat.com

استعمال نہیں ہوئے۔

اول مغز، دوم استخوان اور سوم سگاں۔ مغز سے آیاتِ محکمات، استخواں سے آیاتِ متشابہات اور سگاں سے متشابہات کی تاویلیں کرنے اور جھگڑا کرنے والے مدعیانِ علم مراد ہیں۔ اب مذکورہ شعر کا مفہوم واضح ہو گیا یعنی ہم نے قرآن پاک میں سے مغز یعنی آیاتِ محکمات لے لیں اور ہڈی یعنی آیاتِ متشابہات کتوں یعنی فتنہ پرداز مدعیانِ علم کے سامنے پھینک دی۔

تا سگاں را وجوہ پیدا نیست
مشفق و مہربان یکدگر بدرند
لقمہ درمیانِ شاں انداز
تا تہی گاؤ یکدگر بدرند

(سعدی)

متشابہات کے درپے فقط وہی لوگ ہوتے ہیں جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے، جو اسلام میں فتنہ وتفرقہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہے کسی انسان کا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے متشابہات میں الجھنے والوں اور راسخون فی العلم کا طریق کار بیان کر کے فرمایا کہ وہ (راسخون فی العلم) عاجزی سے دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم پر رحم کرنا، ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا یعنی متشابہات میں الجھنے سے بچانا۔

قرونِ اولیٰ کے مسلمان اپنے اعمال کو قرآنِ پاک کے مطابق ڈھالتے تھے، نیکیاں کرتے تھے اور ڈرتے تھے لیکن موجودہ دور کے بیشتر مسلمان گناہ کرتے ہیں اور دلیر و نڈر ہوتے ہیں اور علماء جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے اپنے قابل گرفت اعمال کے جواز کے لئے آیاتِ قرآنِ حکیم کی تاویلیں کرتے ہیں، ڈرتے مطلق نہیں بلکہ الٹا اپنے تبحر علمی کی داد کے خواہاں ہوتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ صدیق کے کندھوں پر جب خلافت رسول اللہ کا بوجھ ڈالا گیا تو انہوں نے اپنے سب سے پہلے خطبے میں کہا۔

''اے لوگو! میری اطاعت تم پر صرف اسی وقت تک واجب ہے جب تک میں اللہ اور

اللہ کے رسول کی اطاعت میں رہوں۔ جب میں اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہ ہوگی۔"

لیکن بعض علماء نے جب یزید جیسے فاسق و فاجر حاکم کو خوش کرنے کیلئے اور اس کے بدلے میں انعامات حاصل کرنے کی غرض سے قرآن حکیم کی آیت "**اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول وا ولوا الامر منکم**" کی تاویل کرتے ہوئے اس کے حکم کی اطاعت کا پہلو نکالا اور حکم بھی یہ دیا کہ "میری بیعت کرو" اور حضرت امام حسینؓ کے اس کی بیعت کرنے سے انکار کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی قرار دیا تو اس کا نتیجہ جو برآمد ہوا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

غلام احمد صاحب قادیانی کو لیجئے انہوں نے اپنی خواہش کے مطابق چھٹے پارے کی آیت

وماقتلوہ یقیناًo بل رفعہ اللہ الیہ کان اللہ عزیزاً حکیماً.

"انہوں نے اس (عیسیٰ کو) قتل نہ کیا یقینی بات ہے بلکہ اللہ نے اس کو (عیسیٰ کو) اٹھالیا اپنی طرف اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔"

کی تاویل کر کے ایک عظیم فتنہ کھڑا کر دیا۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کو جن کا اعتقاد تھا بلکہ ہے کہ

از بہر شفاعت چہ اولوالعزم چہ مرسل
درحشر زندہ دست بدامانِ محمدؐ

بلا استثنیٰ کافر اور جہنمی قرار دیدیا یہ کہہ کر کہ میں یہ ہوں اور میں وہ ہوں (جس بات کا بھی دعویٰ کیا) پس جو شخص مجھے یہ اور مجھے وہ نہ مانے گا اور میری اطاعت نہ کرے گا اس کی نجات ہرگز نہ ہوگی، خواہ وہ حسب ارشاد باری تعالیٰ **ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ** (جس نے اطاعت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی) اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحیح معنوں میں اطاعت گزار ہی کیوں نہ ہو۔

عوام جو کہ قرآن پاک کی تعلیم سے بے بہرہ تھے، اس کے جال میں پھنس گئے اور جو "**والذین فی قلوبھم زیغ.**" کے مصداق تھے وہ شریک فتنہ ہو گئے۔

قرآن پاک تو دین اسلام کی تکمیل کا دعویٰ کرتا ہے، اگر دین اسلام نامکمل تھا، اس میں کوئی کمی تھی تو اللہ تعالیٰ نے یوں واشگاف الفاظ میں کیوں فرمایا۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی

Marfat.com

''آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور پوری کر دی تم پر اپنی نعمت۔''

دین مرزائیت یا احمدیت، جو نام بھی انہوں نے اپنے دین و مذہب کا رکھا، اگر اللہ تعالیٰ کو تیرہ سو سال کے بعد مقبول ہونا تھا تو واضح الفاظ میں دین اسلام کا نام لے کر یہ کیوں ارشاد فرمایا۔

ورضیت لکم الاسلام دینا اور **ومن یتبغ غیر الأسلام دینا فلن یقبل منه.**

اور اگر نبوت کا دروازہ یا کوئی دریچہ بدستور کھلا تھا، نبیوں کو دنیا میں ابھی مبعوث فرمانا تھا تو آنحضرت (فداہ ابی وامی) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین کا خطاب کیوں عطا فرمایا اور

ما ینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحی

جن کی شان میں نازل ہوا انہوں نے ''لا نبی بعدی'' کیسے فرمایا؟ یہ کیوں نہ فرمایا کہ نبی، کرشن، مجدد، مسیح موعود وغیرہ آتے رہیں گے بلکہ ایک ہی شخص سب کچھ ہونے کا دعویدار بھی آئے گا۔ اگر تم نے ایسے کرشنوں، مجددوں اور نبیوں کی اطاعت نہ کی تو یاد رکھو مجھ پر اور مجھ سے پہلے آنے والے تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا اور میری پیروی کرنا سب بے سود اور بے کار ہو جائے گا۔

یہ تاثر جو نبی قادیانی نے اپنے پیروؤں کو دیا کہ نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوا اور نہ کبھی بند ہوگا اس کیلئے انہوں نے ''**اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم.**'' کی تاویل یوں فرمائی۔

سورۂ النساء میں ارشاد ہے۔

انعام یافتہ لوگوں کی فہرست میں انبیاء علیہم السلام بھی شامل ہیں اور ہم روزانہ کئی دفعہ دعا کرتے ہیں۔ ''**اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم.**'' تاکہ اس راہ پر گامزن ہو کر ہم بھی صدیق، شہید یا نبی بن جائیں۔ اگر رہِ مستقیم پر چل کر جس کی ہم استدعا کرتے ہیں کوئی شخص شہید یا صدیق بن سکتا ہے تو کیا نبی نہیں بن سکتا؟ یقیناً نبی بھی بن سکتا ہے۔

ان کے خیال میں شاید اکثر انبیاء علیہم السلام اسی قسم کی دعائیں کر کر کے درجۂ نبوت پر فائز ہوئے تھے بلکہ ہر شخص گناہ صغیرہ و کبیرہ کا مرتکب بھی **اھدنا الصراط المستقیم** کی برکت سے (صدیق یا شہید بنے یا نہ بنے) نبی ضرور بن سکتا ہے۔ خود غلام احمد صاحب قادیانی بھی شاید اسی دعا کی برکت سے نبی بنے ہوئے تھے۔

Marfat.com

اسلام ہر لحاظ و ہر اعتبار سے ایک مکمل مذہب ہے۔ اس میں کسی قسم کی کمی بیشی یا ردوبدل کی مطلق ضرورت و گنجائش نہیں یہ دین چودہ سو سال کے بعد آج بھی ویسا ہی پاکیزہ، سادہ اور مکمل ہے اور تا ابد آلا یا در ہے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ ارشادات کے وقت تھا۔

طالب لعل و گہر نیست وگرنہ خورشید
ہم چناں در عمل معدن و کان است کہ بود

قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

یاایھا الناس قدجاء تکم موعظة من ربکم.

پس جس امت کے پاس زندہ جاوید نصیحت کرنے والا، غلط قدم اٹھانے پر ہدایت، بیمار ہوں تو علاج شافی اور ہر قسم کی بے بسی و احتیاج کے عالم میں رحم و کرم کرنے والا موجود ہو، اسے اور کیا چاہئے، دین مکمل ہو، اللہ تعالیٰ نے پسند بھی محض اسی دین کو فرمایا ہو اور اس پر ہمارا ایمان بھی ہو، پھر بھی ہم اگر کسی عقلمند آدمی کے فریب میں آجائیں، کوئی نیا عقیدہ اختیار کرنے سے پہلے نہ قرآن حکیم کی طرف رجوع کریں نہ اس سے مشورہ لیں، نہ غور کریں اور نہ اس سے نصیحت حاصل کریں تو یہ قرآن پاک سے روگردانی و اعراض نہیں تو اور کیا ہے۔

سب سے بڑھ کر افسوس اس بات کا ہے کہ بیشتر علماء دین خود قرآن پاک کی تعلیم سے بے بہرہ ہیں۔ انہوں نے تو دین کے علم کو اپنی روزی کا ذریعہ بنا لیا اور اس کے عقائد کو اپنے دیگر دنیاوی مقاصد کے حصول کیلئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ عوام کو کہہ دیا۔

''قرآن مجید کو اس کے معنی سمجھے بغیر پڑھنے کا بڑا ثواب ہے۔''

گویا کلام الٰہی محض ثواب حاصل کرنے کیلئے نازل ہوا تھا۔ ضروری عقائد اور ایسے مسائل جن کی عوام کو اشد ضرورت تھی نہ خود ان کو بتائے اور نہ معنی سمجھے بغیر پڑھ ثواب حاصل کرنے والوں کو کلام پاک میں کبھی نظر آئے۔ عوام کا کوئی مالک نہ رہا اور اگر ان کے ذہن میں کوئی تھا بھی تو اس کی شناخت نہ رہی لہٰذا آوارہ چوپایوں کی طرح جس عقلمند نے چاہا انہیں گھیر لیا اور اپنے تھان پر لے گیا۔

اللھم اغفر لامة محمدؐ۔ الٰہی محمدؐ کی امت کو بخش دے۔
اللھم ارحم الامة محمدؐ۔ الٰہی محمدؐ کی امت پر رحم کر۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے سچے ایمان والوں اور پرہیزگاروں کے اوصاف مندرجہ ذیل آیت میں قدرے تفصیل سے بیان فرما دیئے ہیں۔

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن باللہ والیوم الاخر والملائکۃ والکتاب والنبین ج واتی المال علی حبہ ذوی القربی و الیتمی والمساکین وابن السبیل ۙ والسائلین و فی الرقاب و اقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصابرین فی الباسآء والضرّاء وحین الْباس اُولٰئک الذین صدَقُوا واُولٰئک ھُمُ المتقون. (البقرہ:۱۷۷)

''نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ پھیر لو مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف لیکن نیکی (والے) وہ ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور نبیوں پر اور مال خرچ کیا اس کی (اللہ تعالیٰ کی) محبت میں قرابت والوں پر، یتیموں پر، محتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور گردنیں چھڑانے پر اور قائم کی نماز اور ادا کی زکوٰۃ اور پورا کرنے والے ہوئے اپنے عہد و پیمان جب بھی انہوں نے کوئی عہد کیا اور صبر کرنے والے ہوئے تنگی میں اور سختی میں اور (اللہ کی راہ میں) جنگ کے وقت وہی لوگ ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا (اپنا ایمان) اور وہی لوگ ہیں (سچے) پرہیزگار۔'' (البقرہ: 177)

کمال عبدیت و پرہیزگاری انہی تین چیزوں پر موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جن کا ذکر مذکورہ آیت میں پوری وضاحت سے فرما دیا۔ یعنی درستی ایمان و اعتقاد، حسن معاشرت اور تزکیہ نفس۔

کیا لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب کا صرف یہی مطلب ہے کہ مشرق یا مغرب کی جانب منہ کرنا کوئی نیکی نہیں۔ کیا اس آیت کا مفہوم یہ نہیں کہ کوئی ظاہری اور غیر اہم عمل یا عقیدہ نیکی نہیں۔ مثلاً ناف پر یا سینے پر ہاتھ باندھ کر نماز ادا کرنا یا کوئی

Marfat.com

اور عمل کرنا جو بھی ہو (ان اعمال کے سوا جو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں نیکی کے تحت بیان فرمائے تھے) کوئی نیکی نہیں جس کی وجہ سے مسلمان باہم لڑتے، جھگڑتے، ایک دوسرے کو کافر اور مشرک قرار دیتے ہیں۔ ہم تفصیل میں جانا نہیں چاہتے اور نہ اختلافی مسائل کو یہاں چھیڑنا چاہتے ہیں۔ مجیب الدعوات کی درگاہِ عالیہ میں دست بدعا ہیں کہ الٰہی اسلام کے مختلف فرقوں کے علماء اور بااثر افراد کو توفیق عطا کر کہ وہ اپنے اپنے عقائد و اعمال پر جو اختلاف کا باعث ہیں قرآن حکیم اور احادیث نبوی کی روشنی میں غور کریں اور بے جا ضد اور تعصب کو چھوڑ کر متانت و سنجیدگی سے اپنے ضمیر کو کھنگالیں اور ان کا کوئی معقول حل تلاش کریں تا کہ "رحماء بینھم" کے زمرے میں شامل ہو سکیں۔ (آمین ثم آمین)

مذکورہ بالا اعمال کے علاوہ باہمی میل جول، لین دین، رشتہ ناطہ وغیرہ امور کے متعلق اسلام ہر حال میں دوسروں کے ساتھ بلاتفریق ایسا سلوک کرنے کی تلقین کرتا ہے جیسا دوسروں کی طرف سے اپنی ذات کیلئے پسند ہو۔ یہ انسانی معاشرت کا ایسا زریں اصول ہے جسے ہر قسم کے تمدنی و معاشرتی امور اور باہمی معاملات کے پرکھنے کی کسوٹی کہنا بجا ہے۔

المختصر ہر کام میں رحمتہ للعالمین کی اطاعت کرنا دین اسلام کی اصل ہے۔

اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی نہیں کر سکا اور نہ کسی نے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس امر کی تصدیق فرمائی جب کہ فرمایا۔

قل ان صلاتی ونسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین لاشریک لہ و بذلک امرت وانا اول المسلمین

(الانعام)

"(اے رسول) کہہ دے میری عبادات میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ جو رب العالمین ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے اول (زیادہ) حکم بردار ہوں۔"

میندار سعدی کی راہِ صفا
تواں رخت جز درپے مصطفیٰ ﷺ

Marfat.com

سیرتِ رسولِ ہاشمی

علامہ ایاز ظہیر ہاشمی

شائع کردہ
نظریہ پاکستان اکادمی
615/B ، جمیل روڈ کمرہ چوک ، راولپنڈی
0301 5592550 - 0333-5329356
0300-4416761

شائع کردہ
خزینہ علم و ادب
الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

Marfat.com